Version No.			

ROLL NUMBER						

Answer Sheet No.____________

Sign. of Candidate ___________

Sign. of Invigilator ___________

اردو(لازمی)برائے گیارہویں جماعت

ماڈل سوالیہ پرچہ (کریکلم 2006ء)

حصہ اوّل (کل نمبر:20،وقت:25منٹ)

حصہ اول لازمی ہے۔اس کے جوابات اسی صفحہ پر دے کر ناظم مرکز کے حوالے کریں۔کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔**لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔**

سوال نمبر1: ہر جزو کے سامنے دیے گئے درست دائرہ کو پر کریں۔

(1) "ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔"اس جملے میں "گئے" جانامصدر قواعد کی رو سے کیا ہے؟

(A) اصل فعل ○ (B) امدادی فعل ○

(C) متعلق فعل ○ (D) فعل متعدی ○

(2) تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کو کیا کہیں گے؟

(A) طرفین تشبیہ ○ (B) واوین تشبیہ ○

(C) وسطین تشبیہ ○ (D) قوسین تشبیہ ○

(3) "احمد شیر کی طرح بہادر ہے۔" قواعد کی رو سے یہ جملہ کس کی مثال ہے؟

(A) تشبیہ ○ (B) استعارہ ○

(C) کنایہ ○ (D) مجاز مرسل ○

(4) لفظ کا مجازی معنی میں استعمال جب کہ حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کا علاقہ ہو، کو قواعد کی رو سے کیا کہیں گے؟

(A) روزمرہ ○ (B) استعارہ ○

(C) مجاز مرسل ○ (D) کنایہ ○

(5) کُل کہ کر جزو مراد لینا یا جزو کہ کر کُل مراد لینا کو قواعد کی رو سے کیا کہیں گے؟

(A) کنایہ ○ (B) مجاز مرسل ○

(C) روزمرہ ○ (D) محاورہ ○

FBISE PAST PAPERS

(6) پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

اس شعر میں کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے؟

(A) صنعت تضاد ○ (B) صنعت لف و نشر ○

(C) صنعت حسن تعلیل ○ (D) صنعت تلمیح ○

(7) کلام میں ایک چیز کی مناسبت سے مختلف چیزوں کا ذکر کرنا، جن میں کوئی تضاد نہ ہو، کیا کہلاتا ہے؟

(A) صنعت تلمیح ○ (B) صنعت مراعاۃ النظیر ○

(C) صنعت لف و نشر ○ (D) صنعت تجنیس ○

(8) کسی شاعر کے ایک مصرع پر دوسرا مصرع لگا کر نیا شعر کہنا کیا کہلاتا ہے؟

(A) تحریف ○ (B) ظرافت ○

(C) تضمین ○ (D) تفہیم ○

(9) کیا کیا خضر نے سکندر سے اب کسے رہنما کرے کوئی

قواعد کی رو سے یہ شعر کس کی مثال ہے؟

(A) صنعت تضاد ○ (B) صنعت تضمین ○

(C) صنعت تلمیح ○ (D) صنعت تجنیس ○

(10) غزل کا آخری شعر جس میں شاعر نے اپنا تخلص استعمال کیا ہو، قواعد کی رو سے کیا کہلائے گا؟

(A) مطلع ○ (B) حسنِ مطلع ○

(C) مقطع ○ (D) آخری شعر ○

(11) ناول کس زبان کا لفظ ہے؟

(A) انگریزی ○ (B) اردو ○

(C) یونانی ○ (D) اطالوی ○

(12) ڈراما لفظ "ڈراؤ" سے نکلا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی کیا ہیں؟

(A) کچھ نیا دکھانا ○ (B) کسی کو ڈرانا ○

(C) کچھ کر کے دکھانا ○ (D) منظر کشی کرنا ○

(13) مضمون کی کون سی قسم داخلی، ذاتی اور شخصی موضوعی تحریر ہوتی ہے؟

(A) مقالہ ○ (B) مضمون ○

(C) انشائیہ ○ (D) فکاہیہ ○

(14) اردو زبان میں مختصر افسانہ کس ادب کے اثر سے آیا؟

(A) علاقائی ادب ○ (B) ایشیائی ادب ○

(C) چینی ادب ○ (D) مغربی ادب ○

(15) وہ کون سی طویل صنفِ سخن ہے، جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ یا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں؟

(A) غزل ○ (B) مثنوی ○

(C) قطعہ ○ (D) رباعی ○

(16) قصیدہ کا پہلا حصہ کیا کہلاتا ہے؟

(A) تشبیب ○ (B) مدح ○

(C) حسنِ طلب ○ (D) دعا ○

EBISE PAST PAPERS

(17) حمد میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جاتی ہے، "منقبت" میں کس کی تعریف بیان کی جاتی ہے؟

(A) بادشاہوں کی ◯ (B) امرا کی ◯

(C) بزرگانِ دین کی ◯ (D) صاحبانِ اقتدار کی ◯

(18) مرثیے کے کل کتنے حصے ہوتے ہیں؟

(A) چھ ◯ (B) سات ◯

(C) آٹھ ◯ (D) نو ◯

(19) کسی نظم کے ہر بند میں ٹیپ کا مصرع بار بار دہرایا جا رہا ہو تو ایسی نظم کی ہیئت کیا کہلائے گی؟

(A) ترکیب بند ◯ (B) قطعہ بند ◯

(C) ترجیع بند ◯ (D) مثنوی ◯

(20) مندرجہ ذیل میں سے کون سی ادبی اصطلاح علم بیان کا احاطہ کرتی ہے؟

(A) کنایہ ◯ (B) روزمرہ ◯

(C) محاورہ ◯ (D) استدراکی جملہ ◯

FBISE PAST PAPERS

فیڈرل بورڈ امتحان برائے گیارہویں جماعت

اردو (لازمی) ماڈل سوالیہ پرچہ (کریکلم 2006)

وقت: 2:35 گھنٹے　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　کل نمبر: 80

نوٹ: حصہ دوم اور سوم میں دیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی جوابی کاپی پر دیں۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر 48)

سوال نمبر 2: (الف) حصہ نثر:

عبارت پڑھ کر آخر میں دیے گئے سوالات میں سے چھ کے مختصر جوابات لکھیں: **(6 x 4 = 24)**

اسی زمانے میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے صاحب زادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کی تحریک شروع کی پھر ان کے پوتے شاہ اسمٰعیل نے اپنے مرشد سید احمد بریلویؒ کے ساتھ اسلامی اصولوں کو دوبارہ رائج کرنے اور ملک کو غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش میں 1831ء میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ تاہم انھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا۔ اس زمانے میں سر سید نے مجبوراً انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا اور مسلمان قوم کی اخلاقی اور تہذیبی اصلاح پر توجہ دی اور ان کے دلوں سے احساس کمتری کو دور کرنے کی کوشش بھی کی۔ 1885ء میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی اور ظاہر یہ کیا کہ وہ ملک کی تمام قوموں کو ان کے حقوق دلوائیں گے لیکن بعد میں پتا چلا کہ وہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی اور وہ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہو گئے نیز انھوں نے مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو کے مقابلے میں ہندی کو قائم کر دیا۔ پھر سر سید کے ایک رفیق نواب وقار الملک نے 1906ء میں کل ہند مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ یہ تنظیم ڈھاکے میں قائم ہوئی تھی۔

سوالات:

i. **شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحب زادوں نے کس مقصد کے حصول کے لیے تحریک شروع کی؟**

جواب: شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحب زادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کی تحریک شروع کی۔

ii. **شاہ اسمٰعیلؒ اور سید احمد بریلویؒ کی خدمات پر روشنی ڈالیے۔**

جواب: شاہ اسمٰعیلؒ اور ان کے مرشد سید احمد بریلویؒ نے اسلامی اصولوں کو دوبارہ ملک میں رائج کرنے اور ملک کو غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش کی۔ وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کی اس قربانی نے مسلمانوں میں آزادی کے حصول کے لیے دلی جوش و ولولہ پیدا کر دیا۔

iii. **سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی اصلاح کے کس پہلو پر توجہ دی اور کیوں؟**

جواب: سر سید احمد خان نے مسلمان قوم کی اخلاقی اور تہذیبی اصلاح پر توجہ دی۔ ان کے دلوں سے احساس کمتری کو دور کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ ہم میدانِ جنگ میں انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن اپنی تعلیمی قابلیت بڑھا کر اپنی بات منوا سکتے ہیں۔

iv. کانگریس کب قائم ہوئی اور بظاہر اس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: کانگریس 1885ء میں قائم ہوئی اور اس کے بظاہر مقاصد ملک کی تمام قوموں کو ان کے حقوق دلوانا تھا لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ وہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔

v. کانگریس نے مسلمانوں کو کس کس حوالے سے نقصان پہنچایا؟

جواب: کانگریس نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے محروم کرنے کی کوشش کی۔ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں پر معیشت کے تمام دروازے بند کرنے کی کوشش کی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو کے مقابلے میں ہندی کو رائج کیا۔

FBISE PAST PAPERS

vi. کس نے کب اور کہاں کُل ہند مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی؟

جواب: سر سید احمد خان کے ایک رفیق نواب وقار الملک نے 1906ء میں ڈھاکہ میں کل ہند مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔

vii. اس عبارت کے چار اہم نکات کی نشاندہی کریں۔

جواب: اہم پہلو:

الف۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحب زادوں کی دینی خدمات

ب۔ سر سید احمد خان کی ملی خدمات

ج۔ ہندوؤں کی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش

د۔ مسلمانوں میں اپنے حقوق کے تحفظ کا شعور بیدار ہونا

(ب) **حصہ نظم:**

مندرجہ ذیل نظمیہ اشعار کو پڑھ کر آخر میں دیے گئے سوالات میں سے تین کے جوابات لکھیں: (3 x 4 = 12)

اسی میں ملت بیضا سما جا، کود جا، پھر جا
تری قسمت میں لکھا جا چکا ہے تیسرا درجا

نہ گنجائش کو دیکھ اس میں نہ تو مردم شماری کر
لنگوٹی کس، خدا کا نام لے، گھس جا، سواری کر

عبث گننے کی یہ کوشش کہ ہیں کتنے نفوس اِس میں
کہ نکلے گا بہر عنوان تیرا ابھی جلوس اس میں

وہ کھڑکی سے کسی نے مورچہ بندوں کو للکارا
پھر اپنے سر کا گٹھڑا دوسروں کے سر پر دے مارا

سوالات:

i. ملت بیضا کی قسمت میں ریل کا تیسرا درجہ کیوں لکھا جا چکا ہے؟

جواب: ملتِ بیضا سے مراد مسلمان قوم یا دوسرے لفظوں میں پاکستان کے غریب اور متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ، جن کی اکثریت مالی مشکلات کا شکار ہے۔ ریل کے تیسرے درجے میں سفر کرتی ہے کیونکہ ریل کے تیسرے درجے کے سفر کا کرایہ انتہائی کم ہوتا ہے۔

ii. ریل میں جگہ حاصل کرنے کے لیے اتنی تگ و دو کیوں کرنے کی ضرورت ہے؟

جواب: غریب ملکوں میں آبادی اور وسائل کی دستیابی میں توازن نہیں ہے۔ آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے جب کہ مقابلے میں وسائل انتہائی محدود ہیں۔ وسائل کی کمیابی آمدورفت کے ذرائع پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ ریل سفر کرنے کا سستا ذریعہ ہے۔ اس لیے بیشتر غریب آبادی ریل کے سفر کو ترجیح دیتی ہے۔ لوگ زیادہ اور جگہ کم ہونے کے سبب ڈبے میں جگہ حاصل کرنا اور ڈبے کے اندر داخل ہونا بہت مشکل اور تکلیف دہ عمل ہوتا ہے۔

iii. شاعر کے خیال کے مطابق "ملت بیضا" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: بیضا کا لفظی مفہوم تو سفید ہے۔ سفید رنگ امن کی علامت ہے۔ ملت سے مراد قوم۔ یعنی مسلمان قوم ہے۔ یہاں مراد قوم کے وہ افراد ہیں جو غریب ہیں اور سستا سفر کا ذریعہ استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ ویسے تو امن پسند لوگ ہیں لیکن سہولت سے مستفید ہونے کے لیے تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔

iv. ریل میں سفر کرنے والے لوگوں کا جلوس کس طرح نکلتا ہے؟

جواب: ریل میں سفر کرنے والے لوگ زیادہ ہیں اور ریل کے ڈبے کم ہیں۔ اس لیے ڈبے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ گنجائش سے زیادہ لوگ اس میں سوار ہوتے ہیں۔ قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں مل رہی ہوتی، ایسے میں ہر شخص کا حلیہ بگڑ جاتا ہے جس کو شاعر نے جلوس نکلنے سے تعبیر کیا ہے۔

یا

خرید اجاڑوں میں نیلام سے پرانا کوٹ
جو پھٹ کے چل نہ سکے، یہ نہیں ہے ایسا نوٹ

بنا ہے کوٹ یہ نیلام کی دوکان کے لیے
"صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے"

پرانی وضع کا بے حد عجیب جامہ ہے
پہن چکا اسے خود "واسکوڈی گاما" ہے

جگہ جگہ وہ پھرا مثلِ "مارکوپولو"
وہ کوٹ کوٹوں کا لیڈر ہے اس کی جے بولو

سوالات:

i. شاعر نے کوٹ کی کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟

جواب: شاعر نے کوٹ کی خوبیاں طنزیہ انداز میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ کوٹ کوٹوں کا لیڈر ہے۔ یہ ایسا نوٹ ہے جو پھٹ کر بھی کارآمد ہے کیونکہ عظیم لوگوں نے اسے زیبِ تن کیا ہے۔

ii. "صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے" اس مصرعے کو واوین میں کیوں لکھا گیا ہے وضاحت کریں۔

جواب: کسی شاعر کے ایک مصرع پر دوسرا مصرع لگا کر نیا شعر کہنا صنعتِ تضمین کہلاتا ہے۔ اور دوسرے شاعر کا مصرع ہمیشہ واوین میں لکھا جاتا ہے۔ یہ مصرع مرزا غالبؔ کا ہے۔

iii. واسکوڈی گاما اور مارکوپولو کون تھے؟ مختصر تعارف لکھیں۔

جواب: **واسکوڈی گاما:** ایک پرتگالی بحری قزاق تھا۔ جس نے یورپ سے جنوبی افریقا کے گرد گھوم کر ہندوستان تک بحری راستہ دریافت کیا، اس نے یورپین اقوام کو ہندوستان تک پہنچنے کا راستہ دیا۔

مارکوپولو: وینس (اٹلی) کا ایک تاجر اور مہم جو تھا۔ اس نے دنیا کے کئی ملکوں کا سفر کیا اور اپنے مشاہدات کو ایک کتاب میں قلم بند کیا۔

iv. مندرجہ بالا اشعار میں صنعت تکرار کی مثال تلاش کرکے لکھیں نیز صنعتِ تکرار سے کیا مراد ہے؟

جواب: "جگہ جگہ" شعر میں صنعت تکرار کی مثال ہے۔

کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جن کے ایک سے زائد دفعہ دہرانے سے کلام میں زور اور حسن پیدا ہو جائے یعنی کسی لفظ کا ایک سے زائد دفعہ استعمال صنعت حسنِ تکرار کہلاتا ہے۔

(ج) **حصہ غزل:**

مندرجہ ذیل غزلیہ اشعار کو پڑھ کر آخر میں دیے گئے سوالات میں سے کسی ایک کا جواب لکھیں: **(1 x 4 = 4)**

i. باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے — واں پہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

ii. ٹک میرؔ جگر سوختہ کی جلد خبر لے — کیا یار بھروسہ ہے چراغ سحری کا

سوالات:

i. درج بالا اشعار میں سے پہلے شعر کا مفہوم واضح کریں۔

جواب: شاعر نے انسانی عظمت اور مرتبہ آدمیت کا بیان کیا ہے کہ انسان فرشتوں کی طرح بال و پر (یعنی اڑنے کی صلاحیت) نہیں رکھتا، اس کے باوجود وہ فرشتوں پر سبقت لے گیا۔ اسے اشرف مخلوق کا درجہ دیا گیا۔ اس شعر میں واقعہ معراج کے ذریعے انسانی عظمت کی وضاحت کی گئی کہ سدرۃ المنتہٰی سے آگے حضرت جبرائیلؑ نے معذرت کر لی۔ آپ تن تنہا اللہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ اللہ کی نشانیوں اور قدرتوں کا مشاہدہ کیا۔

ii. میر تقی میرؔ نے خود کو 'چراغ سحری' کیوں کہا ہے؟

جواب: شاعر نے خود کو چراغِ سحری۔ سحر صبح کا چراغ کہ کر اپنے مرنے کی بات کی ہے۔ کہ اس کا دم آخر ہے۔ محبوب کو اس سے مل لینا چاہیے۔ شاید اس طرح کہنے سے محبوب کا سنگدلانہ رویہ تبدیل ہو جائے۔ وہ عاشق کی آخری خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے اپنا دیدار کروادے۔

(د) **حصہ قواعد:**

کوئی سے دو سوالوں کے جوابات لکھیں: **(2 x 4 = 8)**

i. متعلق فعل سے کیا مراد ہے؟ دو مثالیں دے کر وضاحت کیجیے۔

جواب: جملے کا حصہ: وہ اسماء جن کا تعلق فعل یا خبر سے ہو۔ متعلق فعل کہلاتے ہیں یہ اسم فعل کے معنوں میں اضافہ کرتے ہیں اور خبر کی وضاحت کرتے ہیں۔

مثال: احمد نے کتاب خریدی۔ احمد نے بازار سے کتاب خریدی۔ احمد نے اردو بازار لاہور سے کتاب خریدی۔

FBISE PAST PAPERS

کتاب، بازار، اردو بازار لاہور یہ سب متعلق فعل ہیں۔

مثال: عاصمہ امتحان میں کامیاب ہوئی۔ عاصمہ میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہوئی۔ عاصمہ فیڈرل بورڈ میٹرک کے امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئی۔

فیڈرل بورڈ، میٹرک، امتیازی نمبروں سے یہ سب متعلق فعل ہیں۔

ii. نازکی اس کے لب کی کیا کہیے پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں موجود ارکانِ تشبیہ کی نشان دہی اور وضاحت کیجیے۔

جواب: تشبیہ کے ارکان: لب: مشبہ گلاب کی پنکھڑی: مشبہ بہ کی سی: حرفِ تشبیہ

وجہِ تشبیہ: نزاکت غرضِ تشبیہ: محبوب کے لبوں کا نازک ہونا

iii. صنعتِ حُسنِ تعلیل کی تعریف لکھیں۔ دو مثالیں دے کر وضاحت کریں۔

جواب: صنعتِ حُسنِ تعلیل: تعلیل کے معنی علت یا سبب کے ہیں۔ کسی صورتِ حال کی ایسی خوبصورت توجیہ یا وجہ یا سبب بیان کرنا جو اس کی اصل وجہ نہ ہو لیکن اس سے کلام میں خوبصورتی پیدا ہو جائے، صنعتِ حسنِ تعلیل کہلاتی ہے۔

مثال: میری طرح سے مہ و مہر بھی ہیں آوارہ کسی حبیب کی یہ بھی ہیں آرزو کرتے

مثال: پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

حصہ سوم (کل نمبر 32)

سوال نمبر 3: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک پیراگراف کی تشریح کریں: (6)

الف۔ ادب سے انسان کی دلچسپی کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فنکارانہ اور صناعانہ حُسن کی دنیائیں سموئی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ اس سے دلچسپی لیتا ہے کیونکہ اس کے وجود سے اس کے احساسِ جمال کو تسکین ہوتی ہے۔ یہ احساسِ جمال کوئی اٹل چیز نہیں، یہ بھی وقت، ماحول، حالات، واقعات، افتادِ طبع اور ذہنی رجحانات کے اختلاف کے باعث ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے، لیکن احساسِ جمال کا ہونا ہر انسان کے اندر لازمی ہے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اچھا ہو یا برا۔ یہ ممکن ہے کہ ادب یا فنونِ لطیفہ کا ایک شاہکار ایک ہی وقت میں ایک انسان کی دلچسپی کا باعث بنے اور اس کے احساسِ جمال کو تسکین دے۔۔۔۔۔ اور ایک دوسرے انسان کی، جس کے مزاج کو اس سے مناسبت نہیں، طبیعت منغض کر دے۔

جواب: تشریح:

انسان ہر خوبصورت اور حسین چیز میں دلچسپی لیتا ہے۔ انسان کا فطرتاً حسن پرست ہونا ادب میں دلچسپی لینے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ادیب کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کچھ ایسی صلاحیتیں ودیعت ہوتی ہیں کہ وہ عام آدمی کی نسبت اپنی بات کو بہتر طور پر کہنے کا ہنر جانتا ہے۔ وہ بعض اوقات معمولی چیزوں کو غیر معمولی بنا دیتا ہے۔ بدنما اور بدصورت چیزوں میں حسن تلاش کر لیتا ہے۔ ایسے معانی اخذ کر لیتا ہے۔ جس تک عام آدمی کی رسائی نہیں ہوتی۔ گویا ادیب ایک جادوگر ہوتا ہے۔ جو لفظوں سے تصویریں بنانا جانتا ہے۔ جو جذبات و احساسات کو اظہار کی زبان عطا کر دیتا ہے۔ اس کی فنکارانہ صلاحیتیں قاری کو ایک نئے جہان سے آشنا کرتی ہیں۔ وہ اس جہان کی رعنائیوں میں اپنی زندگی کی بدصورتیوں کے دکھ بھلا دیتا ہے گویا کوئی بھی ادب پارہ جو اسے دلکش محسوس ہوتا ہے وہ اس کے تصورِ حسن اور احساسِ جمال کی تسکین کا باعث ہوتا ہے۔

احساسِ جمال کیا ہے؟ لفظی مطلب تو خوبصورتی کا احساس ہے۔ کیا یہ ہمیشہ قائم رہنے والا احساس ہے۔ کیا اس کی شدت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے یا یہ احساس ہمیشہ ایک سا رہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ احساس ہمیشہ ایک سا نہیں ہو سکتا۔ انسان کے جذبات و احساسات میں جس طرح وقت گزرنے کے ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی تبدیلیاں خوبصورتی کے اس احساس میں بھی آسکتی ہیں۔

کائنات میں موجود ہر شخص اپنی طبیعت، اپنی پسند، ناپسند اپنے مزاج کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ مزاج کی یہ تبدیلی حالات و واقعات کی پیداوار بھی ہو سکتی ہے۔ مخصوص ذہنی رجحانات اور ان میں پائے جانے والے اختلافات کی وجہ سے بھی جنم لے سکتی ہے۔ معاشی اور معاشرتی دباؤ کی آئینہ دار بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ احساسِ جمال اکثریت میں مفقود ہے۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ ہاں اس احساس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

ادب ہو یا فنونِ لطیفہ کے دوسرے شعبے، ان میں انسانوں کی دلچسپی کا پیمانہ مختلف ہو سکتا ہے۔ ہر شخص جس طرح دوسروں سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح اس کی پسندیدگی کا معیار بھی مختلف ہو سکتا ہے۔ ایک شاہکار جو ایک وقت میں ایک شخص کی ذہنی لذت کا سامان بن رہا ہو عین ممکن ہے کہ

FBISE PAST PAPERS

دوسرے شخص کی ذہنی کوفت کا سبب بن رہا ہو۔ شاید اس ادب پارے کے متعلقات سے اس کی ذہنی ہم آہنگی نہ ہو یا شاید اس سے اس کے جذبات مجروح ہوئے ہوں۔

ب۔ اتنے میں ہوا نے وہ زور باندھا کہ الامان، الامان۔ ناخدا نے صرف ایک مین سیل تو بدستور رہنے دیا، باقی اور سب اتار لیے۔ اب جہاز اللہ کی راہ پر چھوڑ دیا گیا۔ موجوں کی یہ کیفیت کہ آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ جہاز تھپیڑے کھا کر گیند کی طرح اُدھر سے اِدھر آتا تھا اور اِدھر سے اُدھر جاتا تھا۔ سمندر اس درجہ جوش و خروش پر تھا کہ الحذر الحذر۔ جہاز والے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے جان و مال کو رو بیٹھے سمندر کی ڈراؤنی صورت دیکھ کر بدن کانپ اُٹھتا تھا۔

جواب: تشریح:

اس نثر پارہ میں مصنف نے ایک بحری سفر کی منظر کشی کی ہے۔ سمندر کی تند و تیز لہروں میں جہاز کو صحیح سلامت منزل تک پہنچانا ایک بڑا کام ہوتا ہے۔ ملاح کو ماہر اور سمندری سفر میں اسے کسی بھی لمحے کسی طوفان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اس سفر میں بھی بحری جہاز کو ایک طوفان نے آلیا۔ تیز ہوا کا دباؤ اس قدر تھا کہ جہاز ملاح کے قابو سے باہر ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ منظر بہت خوفناک تھا۔ ہوا پوری رفتار کے ساتھ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتی نظر آرہی تھی۔ ایسے وقت میں خدا سے امن کی دعا مانگنی چاہیے کہ تدبیر سے زیادہ تقدیر پر بھروسا کرنا زیادہ مناسب تھا۔

جہاز کے ملاح نے فوراً اپنی مہارت اور چابکدستی دکھاتے ہوئے بڑے بادبان کو تو رہنے دیا لیکن چھوٹے چھوٹے بادبان تمام اتار دیے تاکہ ہوا کا دباؤ جہاز کو الٹا نہ دے۔ ہوا کی تندی و تیزی عروج پر تھی۔ ملاح کی یہ کوشش کارگر ہوتی نظر نہ آتی تھی۔ چنانچہ اس نے بادبان اتارنے کے بعد جہاز کو خدا کے حوالے کر دیا۔ ہوا پانی کی لہروں کو اسی طرح اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی کہ لہریں آسمان کو چھوتی محسوس ہوتی تھیں۔ جہاز کی یہ کیفیت ہوئی کہ جیسے وہ موجوں کی ٹھوکروں پر رکھا ہوا کوئی گیند ہے کہ کبھی دائیں طرف مڑ جاتا تھا اور کبھی بائیں طرف کو جھک جاتا تھا۔ سمندر کا غیض و غضب پورے جاہ و جلال پر تھا۔ ہر کوئی خوف کے مارے لرزہ براندام تھا۔ کسی کو زندگی کی امید نہ رہی۔ بالآخر سب کو اپنی موت کا یقین ہو گیا کہ زندہ بچ جانے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ سمندر کی موجوں نے ایسی ڈراؤنی صورت اختیار کر لی تھی کہ معلوم پڑتا تھا بس چند لمحے اور زندگی ہے اور پھر اس کا اختتام ہو جائے گا۔

سوال نمبر4: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک نظمیہ جزو کی آسان لفظوں میں تشریح کریں: (7)

الف۔ خالق بھی، کار ساز بھی، پروردگار بھی ‏ ‏ ‏ وہ جس کی ذات پردہ کشا پردہ دار بھی
سب ہیں اسی کے حکم سے دن ہو کہ رات ہو ‏ ‏ ‏ شام خزاں اسی کی ہے، صبح بہار بھی
قدرت سے اس کی گرم سفر ہیں یہ مہر و ماہ ‏ ‏ ‏ موجِ نسیم بھی ہے رواں، آبشار بھی

جواب: تشریح:

یہ نظم پارہ حمدیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ خالق اللہ کا صفاتی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ ہر چیز اس کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پورے جہان کو تخلیق کیا۔ اس پورے جہان کی روزی کا سامان کیا۔ وہ پتھر میں موجود کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے۔ وہ پروردگار بھی ہے۔ پرورش کرنے والا، پالنے والا، رزق کے اسباب مہیا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ ایک طرف پردہ دار ہے تو دوسری طرف پردہ کشا اصل ظاہر کرنے والا، پردہ اٹھانے والا بھی ہے۔ اس کی یہ دونوں صفات اس کے رحیم و کریم ہونے پر دلالت رکھتی ہیں۔ وہ پردہ دار ہے تو بندوں کے عیب چھپاتا ہے۔ ستار العیوب ہے، غفار الذنوب ہے۔ گناہوں کی پردہ پوشی فرما دیتا ہے۔ وہ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتا ہے۔ وہ اصل سے واقف کرانے والا، چیزوں کا راز ظاہر کرنے والا بھی ہے۔ تاکہ فطرت کے چھپے اسرار سے واقف ہو کر زندگی کو آسان بنا سکے۔ وہ ہمارے کاموں کو سنوارنے والا بھی ہے۔ ہماری مشکلات کو دور کرنے والا اور ان کا حل بتانے والا بھی ہے۔

وہ قادرِ مطلق ہے۔ اس کی قدرت کی گواہی کائنات کی ہر چیز دیتی ہے۔ تمام مظاہر فطرت اس کے قادرِ مطلق ہونے کی دلیل ہیں۔ کائنات میں رونما ہونے والا تغیر و تبدل بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ رات دن کا بدلنا، موسموں کا تبدیل ہونا اور پھر مخلوقات کا ان تغیر و تبدل میں چھپے فائدوں سے لطف اندوز ہونا، سب میں اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے۔ خزاں کی شام اسی نے بنائی ہے اور بہار کی صبح بھی اسی نے بنائی ہے۔ ہر ایک جلوے میں اس کی کاریگری ہے۔ خوبصورتی ہے۔ وہ بہترین صناع ہے۔ جس نے ہر طرف اپنی قدرت کو ظاہر کیا ہے۔

شاعر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے کائنات میں موجود مختلف نظاموں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے تابع ہیں چاند اور سورج جو اپنے مداروں میں گردش کر رہے ہیں۔ ان کی گردش سے دن رات تبدیل ہوتے ہیں۔ موسموں میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ ہوا چلتی ہے اور پانی بہتا ہے۔ ہوا کے چلنے میں اللہ کی حکمت اور دانائی ہے۔ وہ اس کے حکم کی پابند ہے۔ اور پانے کے بہنے میں بھی حکمت اور دانائی چھپی ہے۔ یہ دانائی آج کے انسان پر ظاہر ہے کیونکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کائنات کا یہ نظام جاری و ساری ہے۔ اللہ کا بنایا یہ نظام اس کی مرضی کا پابند ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ گویا اللہ ہی خالق و مالک ہے۔ وہی تمام تعریفوں کا حق دار ہے۔

ب۔ ہے کون سادہ دل جسے فرسودگی نہیں — وہ گھر نہیں کہ روزی کی نابودگی نہیں

ہر گز کسی کے حال میں بہبودگی نہیں — اب آگرے کے نام کو آسودگی نہیں

کوڑی کے آکے ایسے ہوئے راہ گزار بند

جواب: تشریح:

اس بند میں شاعر نے آگرہ کی معاشی بدحالی کا ذکر کیا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی بدحالی میں ایک ہاتھ تو حکمرانوں کا تھا۔ جنھوں نے اپنے خزانے بھرے تھے تو دوسرا سبب وہ بیرونی حملہ آور تھے۔ جنھوں نے شہروں کو لوٹا تھا۔ علاقوں کو ویران کیا تھا۔ شاعر نے اس شہر آشوب میں آگرہ کی معاشی دگرگوں کیفیت کا حال بیان کیا۔ حالانکہ پورا ہندوستان ہی اس کیفیت سے دوچار تھا۔

شاعر کہتا ہے کہ اس شہر میں کون ہے جو پریشان نہیں ہے۔ کون ہے جو خوشحال ہے۔ کون ہے جو خستہ حال نہیں ہے۔ آگرہ میں موجود ہر گھر میں پریشانی ہے۔ ہر دل دکھی اور افسردہ ہے۔ ہر گھر روزی روٹی سے محروم ہے۔ اس شہر کے لوگوں کے لیے تمام خوشحالی کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ ہر شخص بے روزگار ہے۔ کسی کے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ کسی کو معمولی نوعیت کا بھی روزگار میسر نہیں ہے۔ امیر غریب، محتاج غنی کا فرق مٹ گیا ہے۔ کیونکہ سب کو ہی پریشانی نے آن گھیرا ہے۔ اگر آج کوئی بہتر حالت میں ہے بھی تو چند دنوں بعد وہ بھی غربت کا شکار ہو جائے گا۔ کب تک جمع شدہ مال کام آئے گا۔ ایک دن وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ گویا روزی کے تمام راستے مسدود ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ جو دوسروں کو ادھار دیا کرتے تھے آج خود ادھار کھانے پر مجبور ہیں۔ لوگ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے ہیں۔ بدنصیبی نے ان کے دروازے پر دستک دے دی ہے۔ اب ان کی بہتری کے کوئی امکانات نظر نہیں آتے۔ تمام شہر دکھ کی چادر میں لپٹا ہوا ہے۔ ایسے حالات میں انسان کی امید ختم ہو جاتی ہے اور وہ موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتا ہے۔

سوال نمبر 5: مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک غزلیہ جزو کی تشریح کیجیے: (3+3+3=9)

الف۔ ہر اِک بات پہ کہتے ہو تم کہ تُو کیا ہے — تمھی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن — ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل — جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

جواب: تشریح:

1۔ اس شعر میں شاعر نے محبوب کے متکبرانہ انداز کو موضوع سخن بنایا ہے۔ محبوب اپنے حسن کے غرور میں مبتلا ہے۔ غرورِ حسن میں مبتلا محبوب کا لب و لہجہ تہذیب و شائستگی سے عاری ہو گیا ہے۔

تُو کیا ہے؟ استفہامِ تحقیر ہے یعنی میری نگاہ میں تیری کوئی عزت، وقعت یا اہمیت نہیں ہے۔ شاعر کوئی بھی بات کرتا ہے یا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا اُسے ایک ہی جواب ملتا ہے کہ تمہاری حیثیت میرے سامنے کیا ہے؟ تم بہت ہی حقیر اور ذلیل ہو۔ اس پر شاعر محبوب سے کہتا ہے کہ جو انداز گفتگو تم نے اپنایا ہے اس پر تھوڑا غور کرو۔ کیا یہ انداز مہذب انداز ہے؟ کیا تہذیب یافتہ اور شائستہ مزاج لوگ اس انداز میں گفتگو کرتے ہیں؟ گویا وہ اسے احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ عاشق سے بے رخی برتنا الگ معاملہ ہے لیکن تحقیر کا یہ طریقہ خود اس کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں کر رہا۔

2۔ اس شعر میں شاعر نے اپنی دیوانگی کی حالت بیان کی ہے کہ دیوانگی میں اس کا پورا وجود لہولہان ہے۔ لہو کی وجہ سے کپڑے جسم کے ساتھ چپک رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کو اپنے دریدہ دامن کو لینے کی حاجت یا ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ ویسے تو کپڑے پھٹ جائیں تو انسان کو اپنے کپڑے لینے پڑتے ہیں یا جسم کو ڈھانپنے کے لیے مزید کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ ان حاجتوں سے ماورا ہو چکا ہے کیونکہ بہتے ہوئے خون نے جسم کے ساتھ کپڑوں کو چپکا دیا ہے۔ خون آلودہ بدن نے اسے برہنہ ہونے سے بچا لیا ہے۔ میر تقی میرؔ نے اپنے لہو میں نہانے کی وجہ بتائی ہے۔

FBISE PAST PAPERS

بہت آرزو تھی گلی کی تری سو یہاں سے لہو میں نہا کر چلے

گویا عشق میں عاشق نے جو مصائب جھیلے وہ اس کے لہولہان ہونے کا سبب بنے۔ خود غالب نے ایک اور شعر میں کہا تھا

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

مذکورہ بالا شعر میں کفن نے برہنگی سے بچایا تھا اس شعر میں لہو نے کپڑے کو جسم سے چپکا دیا جس سے وہ برہنہ نہ رہا

3۔ شاعر کہتا ہے کہ عشق کی معراج تو یہ ہے کہ عاشق کے دل میں سوز و گداز کی اپنی کیفیت پیدا ہو جائے کہ اس کا خون آنسو بن کر آنکھوں کی راہ بہ جائے لیکن اس بات کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ اس خون کی ہماری نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں جو محض رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے۔ اس طرح تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ بات تو جب ہے کہ وہ آنکھوں سے ٹپکے۔ خدائے سخن میر تقی میرؔ نے کہا تھا

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا لوہو آتا ہے جب نہیں آتا

لیکن غالبؔ نے خون کے آنکھوں سے بہنے کو نئے معنی عطا کر دیے ہیں اور یہی خوبی اسے دوسرے شاعروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

ب۔ آئینہ اپنی نظر سے نہ جُدا ہونے دو کوئی دم اور بھی آپس میں ذرا ہونے دو

کم نگاہی میں اشارہ ہے، اشارے میں حیا یا نہ ہونے دو مجھے چین سے یا ہونے دو

آنکھ ملتے ہی کہوں خاک حقیقت دل کی دیکھ کر جلوہ مرے ہوش بجا ہونے دو

جواب: تشریح:

1۔ شاعر کہتا ہے کہ ہر شخص اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھتا ہے چاہے وہ خوبصورت ہو یا بدصورت۔ لیکن خوبصورت شخص بار بار آئینہ دیکھتا ہے۔ اس کی اپنی نظریں آئینے میں خود کو سراہ رہی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے جلووں میں خود ہی محو ہو کر آس پاس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ایسے میں محبوب کی حیرت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اس حیرت میں ستائش چھپی ہوتی ہے۔ عاشق کو بھی محبوب کے حسن کو جی بھر کر دیکھنے کا موقع مل جاتا ہے محبوب آئینے سے نظریں ہٹائے گا تو اسے عاشق کا یوں نظریں جما کر دیکھنا غصے میں مبتلا کر دے گا۔ اس لیے وہ اپنی دل کی خواہش بیان کرتے ہوئے محبوب کے آئینہ دیکھنے پر اصرار کرتا ہے کہ اے میرے محبوب تم کچھ دیر اور آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے حسن کا جائزہ لیتے رہو کہ اس طرح تمہیں میرے فدا ہونے کا سبب بھی معلوم ہو جائے گا۔ جیسے کہ مرزا غالبؔ کا محبوب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اور اس پر عاشق ہو جاتا ہے کہ وہ جو طعنے دے رہا ہوتا تھا کہ تمہیں اپنے دل پر اختیار نہیں ہے۔ اب شرمندہ ہو رہا ہوتا ہے۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

2۔ شاعر محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے محبوب تم ترچھی نظروں سے مجھے دیکھتے ہو۔ اس میں محبت کا انداز نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی حیا اور جھجک بھی یا تو مجھ سے بے رخی کا طریقہ اپناؤ یا پھر اپنا یہ سرمانا لجانا چھوڑ دو۔

ترچھی نظروں سے دیکھنے میں محبت کا اشارہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ خاموشی کی بھی ایک زبان ہوتی ہے۔ نظروں ہی نظروں میں دل کی بات بیان کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے الفاظ کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ گویا اس کم نگاہی کا میں یہ مطلب لے سکتا ہوں کہ محبوب کے دل میں بھی میری محبت انگڑائیاں لے رہی ہے لیکن اس کی شرم و حیا مجھے کشمکش میں مبتلا کر رہی ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ محبوب مجھ سے واقعی محبت کرتا ہے یا مجھے کشمکش میں مبتلا کر کے اذیت دینا چاہتا ہے۔

خوب پردہ ہے چلمن سے لگے بیٹھے ہیں صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

یا پھر بقول حسرت موہانی:

مایوس بھی تو کرتے نہیں تم زراہِ ناز تنگ آ گئے ہیں کشمکشِ امتحاں سے ہم

3۔ عاشق کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اسے محبوب سے حالِ دل کہنے کا موقع ملے لیکن محبوب کے روبرو کوئی بات کرنا اسے دشوار ہو جاتا ہے۔

بقول ناصرؔ کاظمی:

حالِ دل ہم بھی سناتے لیکن جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

عاشق محبوب کے سامنے بیٹھ کر اس کی بے رخی و بے اعتنائی کا گلہ کرنا چاہتا ہے۔ اپنے جذبوں کی شدت اس پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جواب میں اس کی محبت بھری باتیں سننے کی چاہت رکھتا ہے لیکن ملاقات کے وقت (اگر قسمت کی خوبی سے ہو جائے) اس کے حسن و جمال اور رعب و وقار کی تاب

FBISE PAST PAPERS

نہیں لا سکتا۔ ایسے ہوش کھو بیٹھتا ہے چنانچہ اپنی ایسی ہی کیفیت یا حالت کو شاعر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ محبوب سے نظریں ملتے ہی وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گیا۔ دیوانگی اور خود فراموشی کی حالت میں وہ اپنے دل میں موجود جذبوں کا اظہار نہ کر سکا۔

نہ جی بھر کے دیکھا، نہ کچھ بات کی بڑی آرزو تھی ملاقات کی

سوال نمبر 6: چھوٹے بھائی کے نام خط لکھ کر اُسے بُری صحبت سے بچنے اور تعلیم پر توجہ دینے کی نصیحت کریں۔ (5)

جواب:

امتحانی مرکز

2 مئی 2022

عزیز از جان برادر!

السلام علیکم!

کیسے ہو؟ بہت زمانہ گزرا تمہارا خط موصول نہیں ہوا۔ ایک خط تمہارے اساتذہ کی جانب سے موصول ہوا۔ خط کے متن نے پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔ مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم فضول لڑکوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے لگے ہو۔ ان لڑکوں کا تعلیمی ریکارڈ اچھا نہیں ہے۔ علاوہ ازیں وہ مختلف قسم کی خرابیوں میں مبتلا ہیں اور تم اپنا زیادہ وقت ان برے لڑکوں کی صحبت میں گزارتے ہو اور اپنی تعلیم کی طرف بھی دھیان نہیں دے رہے ہو۔ جس کا اثر تمہارے امتحان کے نتائج پر پڑا ہے۔ تم اس ماہ ہونے والے امتحانات میں بری طرح ناکام ہوئے ہو۔ میرے بھائی یہ سب کیا ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ والد صاحب کی وفات کے بعد ہماری مالی حالت کیسی ہے؟ اگر تمہیں تمہارے اچھے مستقبل کے لیے اتنے دور بھیجا ہے تو کیا تم اس کا یہ صلہ دو گے کہ اپنے مقصد سے ہی غافل ہو جاؤ گے۔

والدہ تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔ انہیں صرف تمہارے فیل ہونے کا بتایا ہے تو انہوں نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا ہے۔ اگر یہ بتایا جاتا کہ تم نے برے دوستوں کی صحبت اختیار کر لی ہے تو سوچو ان کے دل پر کیا گزرتی۔

میرے پیارے بھائی! اپنا اور اپنے خاندان کا مستقبل داؤ پر مت لگاؤ ابھی وقت ہاتھ سے نہیں نکلا۔ سالانہ امتحان ابھی کافی دور ہیں۔ فوراً سے بیشتر ان برے دوستوں سے کنارہ کش ہو جاؤ کہ انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے کہ کہیں تمہیں بھی ان جیسا ہی نہ سمجھ لیا جائے۔ امتحان کی تیاری دل و جان سے کرو۔ یاد رکھو یہ وقت بہت قیمتی ہے۔ یہ گزر گیا تو لوٹ کر نہیں آئے گا۔ ابھی سے اس وقت سے فائدہ اٹھاؤ۔ مجھے امید ہے آئندہ کسی قسیم کی شکایت کا موقع نہیں دو گے اور وقت پر خط لکھا کرو گے۔

والسلام

تمہارا خیر خواہ

ا۔ب۔ج

سوال نمبر 7: ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ کہانی لکھیے۔ (5)

جواب: کہانی:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی جگہ ایک کوا رہتا تھا۔ ایک دن اس کو بہت پیاس لگی تو وہ پانی کی تلاش میں ادھر سے ادھر اڑنے لگا لیکن اسے کہیں پانی نظر نہ آیا۔ آخر کار وہ تھک ہار کر ایک باغ میں ایک درخت پر جا بیٹھا اور درخت پر بیٹھے بیٹھے ہی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو اسے ایک مٹی کا چھوٹا سا مٹکا نظر آیا۔ مٹکے کو دیکھ کر اسے امید کی ایک کرن نظر آئی اور وہ اڑ کر وہاں جا پہنچا اور مٹکے کے اندر جھانک کر دیکھا تو وہاں پر پانی بہت کم تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ پانی تک اس کی چونچ پہنچ جائے لیکن بے سود، اوپر سے پیاس بھی ستا رہی تھی۔ وہ پانی پینے کے لیے بے قرار تھا۔ اس نے بہت ذہن لڑایا تو آخر کار اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس کے قریب ہی کچھ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے وہاں سے ایک ایک کر کے کنکری اپنی چونچ میں اٹھا کر مٹکے میں ڈالنا شروع کیں۔ کچھ ہی دیر کے بعد پانی کی سطح مٹکے میں اس حد تک بلند ہو گئی کہ کوا پانی پی سکے۔ اس نے جی بھر کر پانی پیا اللہ کا شکر ادا کیا اور اڑ گیا۔

نتیجہ: ضرورت ایجاد کی ماں ہے

ہمیشہ ہمت سے کام لینا چاہیے۔ گھبرانا نہیں چاہیے۔ ہمت سے کام لینے والے اپنی عقل کا بھرپور استعمال کر سکتے ہیں۔

* * * * *

FBISE PAST PAPERS